وعدہ

جواد کریم

ہم دیکھیں گے، سب دیکھیں گے
اور اپنے گھروں کی دیواروں کی اوٹ میں رہ کر دیکھیں گے
وہ ایک سنہری خطـــرہ ہے
سب دیکھیں گے اس محبوبہ کی دہشتناک اداؤں کو
اس غارت گر کے چنگیزی رخساروں کو
وہ قہر کی گوری برق ہے جو
ہر شخص کی دید اُچک لے گی۔
وہ رعد ہے جو پتھرا دے گی
پل بھر میں سماعت لوگوں کی
جمہور کی خوشیوں کی بیرن
وہ خوش حالی کی دشمنِ جاں
شہروں کو آگ لگائے گی
اور روما کے نیرو کی طرح شہنائی پہ
سکھ چین کے نغمے گائے گی لہرائے گی
وہ کرشن کنہیا کی گوپی
بھارت کی راہ سے آئے گی
وہ دیوی ہے وہ بربادی کی دیوی ہے۔
ہر گھر کا اثاثہ پھونکے گی
رہزن ہے لوٹ مچائے گی
ضدی ہے اٹل ہے آئے گی
وہ سب کی اجل ہے آئے گی

وہ آئے گی پھر آئے گی
وہ سندھ کے زار کی بیٹی ہے
وہ اس آمر کی بیٹی ہے
جو عصرِ رواں کے فرعونوں کے ایوانوں میں زندہ ہے،
جو آج کی عُریاں رقص گہوں میں، میخانوں میں زندہ ہے
جو بے دردوں، دہشت گردوں کے ایمانوں میں زندہ ہے۔
امید ہے ذرہ ان لوگوں کی
آئے گی پھر بھی آئے گی۔

وہ کذب دریا کا طوفاں ہے
طوفاں کو تم کیا دو گے؟
وہ دشتِ بلا کی آندھی ہے
آندھی کو قید کرو گے کیا
وہ آئے گی، وہ اپنی دھن کی پکی ہے
راجیو سے مل کر بچا کھچا یہ ملک نہ توڑے تو کہنا
مسجد کا ربط و ضبطِ وفا مندر سے نہ جوڑے تو کہنا
وہ سنتِ حق کا کوئی نشاں بھولے سے بھی چھوڑے تو کہنا
دیکھیں گے ہم سب دیکھیں گے
اور اپنے گھروں کی دیواروں کی اوٹ میں رہ کر دیکھیں گے
وہ ایک سنہری خطرہ ہے۔
وہ بربادی کی دیوی ہے
ہر آنگن کا سکھ چھینے گی
رہزن ہے لوٹ مچائے گی
وہ راج پاٹ کی بھوکی ہے
ضدی ہے اٹل ہے آئے گی
وہ سب کی اجل ہے آئے گی،

حافظ مسعود احمد
امداد العلوم ملتان

کیا جمہوریت عین اسلام ہے؟

مسلمان قوم سے ایک سوال

جاہلیتِ جدیدہ کے پرفتن و پرآشوب دور میں فرنگی تہذیب و تمدن، مغربی خرد و دانش اور یورپی ثقافت و ستیانے جن سیاہ فتنوں کو جنم دیا ان میں "جمہوریت" عظیم تر فتنہ ہے۔ جو صحیح معنوں میں "فتنۂ عمیاء" (اندھا فتنہ ہے) سیاسی اعتبار سے اس قدر پرفریب نظریہ قرطاسِ ارض پر اور کوئی نہیں جو ظاہری خد و خال کے لحاظ سے "جنت" ہے اور باطنی و معنوی اعتبار سے دنیا میں اس سے بڑھ کر اور کوئی "جہنم" نہیں۔ لیکن حیرت ہے ان کی عقلوں پر جو شب و روز جمہوریت کے راگ الاپ رہے ہیں۔ اور اس سراپا غیر فطری، خلافِ اسلام، سراپا شرک و شیطنت، مجسّم کفر و ضلالت اور عین دجل و فریب "نظریۂ جمہوریت" کو سادہ لوح مسلمانوں میں راسخ کر کے یہود و نصاریٰ کی نمک خواری کی علت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اس پرتلبیس نظریہ جمہوریت کے علمبرداروں اور ان "جمہوریت زادوں" کو مجسّم فراڈ، عین منافقت اور "اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ" کا مصداق قرار دیا جائے تو مناسب بلکہ انسب ہو گا۔

جمہوریت کا پس منظر

اس حقیقت سے معرفت انتہائی تعجب خیز ہے کہ جمہوریت DEMOCRACY ایک ایسی اصطلاح ہے جو صدیوں پیشتر یونان کے مشرکانہ نظام کی "کوکھ" سے پیدا کی گئی۔ گو یا یونان کا مبنی بر شرک نظام ہی جمہوریت کا نقطۂ آغاز ہے اور جمہوریت شرک (ظلم عظیم) کی فرع ہے۔ ڈیموکریسی کا ارتقاء بھی شرک کے تصور سے ہوا۔ اس دور کفر و شرک میں جس پیچیدہ مسئلہ نے جنم لیا وہ یہ تھا کہ اہلِ یونان کو شاہی جبر و استبداد سے کس طریقے سے نجات دلائی جائے۔ اربابِ فکر و نظر اور عقلاء و حکماءِ یونان نے نام نہاد مذہبی حوالے سے اس فلسفہ و فکر کو عوام الناس میں عام کرنے کی سعی نامشکور کی کہ موت و حیات، صحت و مرض، خوشحالی و قحط امارت و غربت، نور و ظلمت اور شب و روز کے "خدا" جدا جدا ہیں۔ ہر ایک اپنے دائرہ اختیار میں خود مختار اور دوسرے کے دائرہ عمل میں بے دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شخص کے پاس دولت و سرمایہ ہے صحت و شفاء نہیں۔ ساتھ ہی

بادشاہت ہے اور ساتھ ہی مرض، ایک ہی گھر سے جنازہ بھی اٹھ رہا ہے اور حکومت و دولت بھی موجود ہے۔ غرضیکہ ہر خدا بلا شرکت غیرے اپنا کامل اختیار استعمال کر رہا ہے۔ نیز ایک خدا ہونے کی صورت میں کیفیاتِ متضادہ کی سحرانگیزی نہ ہوتی۔ جب عوام کالانعام اس مبنی بر کذب و ضلالت "منطق" کے قائل ہو گئے تو ان نام نہاد اربابِ فکر و فلسفہ نے یہ فلسفہ بگھارنے کی سعی مذموم کی کہ جب "خدا" تمام اختیارات اپنے قبضۂ قدرت میں نہیں لیتا تو محدود انسانی آبادی پر حاکم یونانی بادشاہ کیونکر تمام اختیارات کا مصدر و منبع ہو سکتا ہے؟ اس طرح عوام کے ذریعہ بادشاہ پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ اپنے وسیع اختیارات مختلف شعبوں میں تقسیم کر کے دوسروں کے حوالے کر دے۔ یہ تھا جمہوریت کا مشرکانہ فلسفیانہ پس منظر!

اگر کہا جائے کہ اسلام اور جمہوریت میں "قدرِ مشترک" موجود ہے لہٰذا اسلام اور جمہوریت میں فرق نہیں۔ مثلاً "اسلام بھی عوام کے لئے ہے اور جمہوریت بھی عوام کے لئے"! ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی حماقت نہیں کیونکہ دنیا کے ہر باطل نظام میں ایک آدھ اسلامی وصف اور قدر ضرور مل جائے گی۔ لیکن اس قسم کی "قدرِ مشترک" کی وجہ سے اسلامی جمہوریت کا دعویٰ کرنا اگر صحیح ہے تو پھر العیاذ باللہ اسلامی سوشلزم، اسلامی کیپٹل ازم، اور اسلامی مارشل لاء وغیرہ کی اصطلاحیں گھڑ لینا چنداں دشوار نہیں۔ جس طرح "اسلامی اشتراکیت" کہنا حرام ہے اسی طرح "اسلامی جمہوریت" کہنا بھی عقل و نقل سے فروتر ہے۔ "اسلام" کا عنوان بذاتِ خود مستقل حقیقت ہے۔ اسی لئے "اسلام" کو "دین" کہا گیا ہے۔ فرمایا ربّ العلمین نے:۔

"وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ" یعنی جس نے اسلام کے ما سوا دین (نظامِ حیات) طلب کیا وہ ہرگز مقبول نہیں۔ لہٰذا یہ کہنا "اسلام ہمارا مذہب ہے۔ سوشلزم ہماری معیشت ہے، جمہوریت ہماری سیاست ہے۔" یہ سب کافرانہ دھوکہ ہے۔ ایسے لوگ یا تو دوبارہ کلمہ پڑھ کر تجدیدِ ایمان کر لیں، یا پھر اپنے آپ کو مسلمان نہ کہلوائیں۔

جمہوریت کیا ہے؟

جمہوریت ایک نظامِ سیاست و سیادت سے عبارت ہے۔ "فیروز اللغات" میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے: "وہ نظامِ حکومت جس میں عوام کے چنے ہوئے نمائندوں کی اکثریت رکھنے والی سیاسی جماعت حکومت چلاتی ہے اور عوام کے سامنے جواب دِہ ہوتی ہے۔" غرض اکثریت کا نام ہی جمہوریت ہے۔ نفسِ جمہوریت بغیر قیود و شرائط کے کیا حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن کریم کی نظر میں ملاحظہ فرمائیے تاکہ حقیقتِ حال واضح ہو اور دوسروں کو اُلّو بنا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنے والوں کے بارے میں

ہر خاص و عام کو علم ہو قرآن کریم نے بہت دلنشیں انداز میں اس کو افشاء کیا ہے۔ کثرتِ آیات بیّنات کی بنا پر چند آیات کا صرف ترجمہ بطورِ نمونہ رقم کیا جاتا ہے :۔

(۱) : اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کے بارے میں جمہوریت مشرکوں کی ہے یعنی ایمان نہیں لاتے (یوسف)

(۲) ؛ اگرچہ آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ایمان لانے پر) حرص کریں لیکن (حقیقت یہ ہے کہ) لوگوں کی اکثریت آپ پر ایمان لانے والی نہیں۔ (یوسف - ۱۰۳) (۳) جمہور عوام نے (ہر شئی کا) انکار کیا مگر کفر و ناشکری (کا انکار نہیں کیا) یعنی جمہوریت ناقدروں اور کافروں کی رہی ہے۔ (فرقان - ۵۰)۔

(۴) کیا آپ (محمد عربیؐ) کا حسنِ ظن ہے کہ کفار کی جمہوریت ذی سمع و ذی عقل ہے؟ سچی بات یہ ہے کہ یہ (جمہور الناس) چوپاؤں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ تر (بدتر) (فرقان - ۴۴) (۵) یقیناً لوگوں کی جمہوریت اپنے پروردگار سے (حساب کتاب جزاء سزاء کے سلسلے میں) ملاقات کی منکر ہے (الروم ۸)

(۶) ابلیس لعین اپنے جذبۂ انتقام کو سرد کرنے کے لئے حق تعالےٰ سے مکابرہ کرتے ہوئے کہتا ہے (اے پروردگار) آپ لوگوں کی جمہوریت کو قدردان (مسلمان) نہیں پائیں گے۔ (اعراف - ۱۷-)

(۷) اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کی آل و اُمّت کو شکر کا حکم فرمانے کے بعد فرماتے ہیں" میرے شکر گذار بندے کم ہیں" دوسرے لفظوں میں" جمہوریت ناشکروں (کافروں مشرکوں) کی ہے (سبا)

(۸) اور ہم نے حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما السلام کو رسول بنا کر بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوّت جاری کی اور کتاب جاری کی۔ پس ان میں راہ پانے والے کم ہیں۔ اور جمہوریت فاسقوں کی ہے ـــ (الحدید) (۹) حضرت داؤد علیہ السلام نے عمومی طور پر انسانیت کے مزاج کے لحاظ سے" عموم بلوی" کو سامنے رکھتے ہوئے باہمی شرکاء اور ساجھیوں کا ایک دوسرے پر تعدی و ظلم کی حقیقت کو یوں بیان فرمایا " اور واقعی جمہور ساجھیوں (کا شیوہ ہے کہ) بعض بعض پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں مگر وہ حضرات جو ایمان کی دولت سے مالامال اور اعمال صالحہ کے خوگر ہیں ـــ مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ تھوڑے ہیں (صٓ - ۲۴)

اس آیت میں جمہوریت بددیانتوں اور ظالموں کی بیان کی اور مخلص اہل ایمان و عمل صالح والوں کے بارے میں وہ فرمایا۔ وہ تھوڑے ہیں، ہمارا مشاہدہ، عوام کا تجربہ اور فیصلہ بھی یہی ہے اور خدا تعالیٰ کی شہادت بھی یہی ہے۔ (۱۰) حضرت طالوت علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ راستے میں پڑنے والی نہر سے پانی نہ پینا مگر جو ہوا قرآن کی زبان میں سنیئے" پس ان سب نے پی لیا مگر کم لوگوں نے (نہیں پیا) (البقرہ - ۲۴۹)

یعنی اس موقع پر "جمہوریت" اور اکثریت نے خلاف ورزی کی۔ تلك عشرۃ كاملة۔ قرآن کریم میں موقع بموقع "جمہوریت" کی حقیقت کا پول کھولا گیا ہے۔ ان کی جہالت، کم عقلی، ناشکری اور کفر کا راز افشاء کیا گیا ہے۔ مثلاً
اكثرهم لا يعلمون (جمہوریت جاہلوں کی ہے) اكثرهم لا يؤمنون (جمہوریت بے ایمانوں کی ہے)
اكثرهم لا يعقلون (جمہوریت نادانوں کی ہے) اكثرهم لا يشكرون (جمہوریت ناقدروں کی ہے)
ان کے علاوہ بے شمار آیات "نفس جمہوریت" کے خلاف بیّن دلیل ہیں۔ آپ خود مطالعہ کر لیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جب بھی کسی نبی برحق نے دعوائے نبوت کیا وہ اکیلا تھا۔ بالفاظ دیگر حق کا علم بردار ایک اور باطل کے مدعیان لاکھوں — یعنی گمراہی کی دعوت دینے والے "جمہوریت بالائے جمہوریت" کی تعداد میں اور حق و ہدایت کی طرف لانے والا ایک۔ خاتم النبیین سید الرسل حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت در دعوت کے بعد اصحاب رسولؐ اقلیت میں رہے لیکن اقلیت کو باری تعالیٰ نے حق کا سرٹیفکیٹ عطا کیا اور جمہوریت پر باطل، ضلالت اور خباثت کا فتویٰ دیا۔ یہ نہیں ہوا کہ باری تعالیٰ کفار کی اکثریت دیکھ کر ان کے حق میں فیصلہ دیتے کہ تم اور تمہارا دعوائے باطل "حق" پر ہے۔ کیونکہ جمہوریت تمہاری ہے۔ نہیں بلکہ معیار حق و باطل خیر و شر ہے۔ خیر والے اگرچہ کم ہیں لیکن فیصلہ انہی کے حق میں ہے۔ آپ تاریخ اٹھا کر پڑھتے نہیں "غزوہ بدر" میں مسلمان ۳۱۳ اور کفار ۱۰۰۰۔ "غزوہ احد" میں مسلمان ۱۰۰۰، اور کفار ۳۰۰۰، "غزوہ احزاب" میں مسلمان ۳۰۰۰، اور کفار دس ہزار۔ لیکن فیصلہ مسلمانوں کے حق میں دیا کہ یہ حق والے ہیں گو اقلیت میں ہیں۔ اور کفار باطل والے ہیں گو اکثریت میں ہیں "كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله" سے یہی مراد ہے۔

"نفس جمہوریت" تو ایسی مصیبت ہے کہ جب اصحاب رسول نے "غزوۂ حنین" میں دیکھا کہ آج ہم اکثریت میں ہیں تو بعض ساتھیوں نے ایک دوسرے سے کہہ دیا کہ آج تو فتح ہی فتح ہے کہ اقلیت میں جب ہم تھے تو کامیابی ہمارے قدم چومتی تھی آج تو اکثریت اور جمہوریت میں ہیں۔ دشمن کس باغ کی مولی ہے! لیکن ہوا یوں کہ اللہ تعالیٰ نے اکثریت کی بنا پر پیدا ہونے والے گھمنڈ کو کافور کرنے کے لئے اوّلاً میدان جنگ میں ارباب حق کو عارضی شکست دی۔ نومسلموں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ نبی برحقؐ اور آپ کے برگزیدہ اصحابؓ خصوصاً ابوبکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم ثابت قدم رہے یعنی اقلیت ہی استقامت پر رہی۔ بہرکیف اس عجب پسندی کو خدا تعالیٰ نے طنزیہ انداز میں بیان فرمایا تاکہ جمہوریت کا رتی بھر کبر و نخوت اور عُجب دلوں سے نکل جائے اور امت محمدیہ پر واضح ہو جائے کہ اکثریت کا خیال لانا بھی کیا مشکلات پیدا کرتا ہے فرمایا: "ويوم حنين اذ اعجبتكم كثرتكم فلم تغن عنكم شيئا الآية"

ترجمۂ آیت :"غزوۂ حنین کا دن قابل ذکر ہے کہ (اے مسلمانو) تمہاری جمہوریت نے تمہیں عجب میں ڈال دیا۔ پھر اس کثرت (جمہوریت) نے تمہیں فائدہ نہیں دیا۔ اور زمین تم پر باوجود اپنی وسعت کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم نے (نو مسلموں نے) پشت دے کر روگردانی کی"

اسلام میں حاکمیت اعلیٰ (SOVEREIGNTY) اللہ تعالیٰ کے لئے مختص ہے۔ فرمایا الا لہ الخلق والامر (پیدا خدا تعالیٰ کرتا ہے حکم بھی اسی کا چلے گا) ان الحکم الا للہ (حکم چلانا تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے) ان الامر کلہ للہ (حکم، حکومت کا تمام کاروبار اللہ کے قبضہ میں ہے) کوئی اور اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ ولم یکن لہ شریک فی الملک (حکومت و بادشاہت میں رب العٰلمین کا کوئی شریک نہیں) لیکن جمہوریت کا پہلا سبق ہی یہی ہے کہ عوام حاکمیت کی مالک ہے۔ اسی لئے جمہوریت کی عموماً تعریف یوں کی جاتی ہے "عوام کی حکومت، عوام کے ذریعہ، عوام کے لئے" اس میں تو کوئی شک نہیں کہ حکومت عوام کے لئے ہونی چاہئے اور اسلام بھی عوام کے لئے حکومت چاہتا ہے۔ پورا نظام کائنات عوام کے لئے ہے۔ لیکن "عوام کی حکومت" یہ عین شرک ہے گویا "عوام" خدا تعالیٰ کے شریک ہیں، تمام اختیارات کے مالک عوام ہیں ان کا حکم قانون کی حیثیت رکھتا ہے (العیاذ باللہ) عوام تو مخلوق ہیں اللہ کے حکم اور قانون کے پابند محض ہیں۔ انہیں زندگی اس لئے دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے احکام مان کر چلیں۔ اپنی طرف سے حکم چلانے اور قانون بنانے کے لئے نہیں۔ اسلام کا تصور ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کا خلیفہ ہے (انی جاعل فی الارض خلیفۃ) خدا کے احکام کا پابند ہے۔ اس نے خدا تعالیٰ کے احکامات کو اپنی اور قوم کی زندگی میں نافذ کرنا ہے۔ اسی کا نام خلافت ہے۔ اسلام میں نیابت اور خلافت تو ہے، عوام کی حکومت نہیں۔ جب کہ جمہوری نظام کا ترانہ ہی "عوامی حکومت" ہے

جمہوریت عین شرک ہے نہ کہ عین اسلام کیونکہ اس میں عوام کو "طاقت کا سرچشمہ" قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ طاقت کا منبع و سرچشمہ وحدہٗ لاشریک ذات ہے۔ فرمایا لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت (اللہ تعالیٰ کے لئے ہی طاقت و بادشاہت خاص ہے اور حمد و ثنا بھی اسی کے لئے ہے کیونکہ اس کی صفت یہ ہے کہ اس کے قبضۂ قدرت میں موت و حیات ہے) بلکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے برملا اعتراف کرتے ہیں۔ لا طاقۃ لنا بہ (ہم میں کوئی طاقت و قوت نہیں) وللہ ملک السمٰوٰت والارض (آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت اور طاقت خدا ہی کے پاس ہے) ان اللہ علی کل شیئ قدیر (اللہ تعالیٰ ہر چیز پر طاقت و قدرت رکھتا ہے) لیس کمثلہ شیئ (طاقت، قدرت، حکمت، علم، سمع و بصر ہر وصف ممتاز اور ہر جوہر اعلیٰ میں اللہ تم کی مثل نہیں)

لم یکن لہ کفوا احد (اللہ کا کوئی ہمسر نہیں) اللہ تعالیٰ مختار مطلق ہے ۔ لیکن جمہوریت میں عوام کو طاقت کا سرچشمہ قرار دے کر مختار مطلق کا تصور دیا جاتا ہے ۔ اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہو سکتا ہے جس طرح سوشلزم میں انسان کو سرچشمہ رزق سمجھا جاتا ہے اسی طرح جمہوریت میں انسان کو "سرچشمہ حکومت" خیال کیا جاتا ہے جس طرح سوشلزم کھلا شرک اور باطل ہے اسی طرح جمہوریت بھی عین شرک اور قرآن کی زبان میں "ظلم عظیم" ہے (ان الشرک لظلم عظیم) اور یوں ایوانوں میں جانے والے "ارباباً من دون اللہ" کا مصداق ہیں ۔ اسلام میں بعض امور اور احکام اٹل ہوتے ہیں ۔ نبی وقت کو بھی ان میں ترمیم یا تنسیخ کا حق نہیں ہوتا جب کہ جمہوریت میں ہر حکم خداوندی ، ہر امر رسول ، ہر فطری قانون ، ہر الٰہی مسئلہ بھی بحث طلب ہوتا ہے ۔ اکثریت و اقلیت کے ذریعہ اس کے پیمانے بدلتے رہتے ہیں ۔ اسلام میں فیصلہ کن حیثیت احکم الحاکمین کو حاصل ہوتی ہے ۔ جب کہ جمہوریت میں "پارلیمنٹ" ہی قطعی سند ہوتی ہے ۔ قانون سازی میں وہ ہر قسم پیشگی شرائط اور اضافی پابندیوں سے بالاتر ہوتی ہے ۔ جمہوریت میں پارلیمنٹ اس قدر با اختیار اور "کھلی مہار" ہوتی ہے کہ چاہے تو جھوٹ کو سچ ، سچ کو جھوٹ ، حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے (نعوذ باللہ) حالانکہ حلال و حرام میں نبی بھی پابند ہیں ۔ جمہوری پارلیمنٹ اسلام پر بھی (نعوذ باللہ) "عدم اعتماد" پیش کر سکتی ہے ۔ گویا جمہوریت اسلام کے خلاف طاغوتی سازشوں کا پلندہ ہے جس کے پس پردہ اسلام دشمن ، یہود و نصاریٰ کی قوت ، سوچ و فکر کارفرما ہے ۔ یہی پارلیمنٹ چاہے تو قانون سازی کرتے ہوئے زنا ، شراب ، جنس پرستی ، انارکی ، جوا ، ریس ، سود ، فحاشی ، عیاشی اور ہر قسم کی معاشرتی اور اقتصادی خباثت کو جائز قرار دے دے ۔ کیا یہ اسلام کے خلاف سازش نہیں ؟ ۔

" اسلام فطری تبدیلی کا قائل ہے نہ کہ جمہوریت کے ذریعہ مصنوعی تغیر و انقلاب کا ۔ جس میں چہرے بدلتے ہیں کردار نہیں ، سیرت ، مزاج ، اطوار ، اخلاق میں اچھی تبدیلی کی بجائے "معکوس تغیر" پیدا ہونا جمہوریت کا منطقی نتیجہ ہے ۔ انسانی کریکٹر ایمانیات ، اخلاقیات ، صلاحیت و استعداد سے اس کا کوئی تعلق نہیں ۔ جمہوریت میں زیادہ زور "رائے" پر دیا جاتا ہے جب کہ اسلام میں ارباب مشورہ اور "اہل الرائے" پر ۔ اسلام میں انسان کا بنیادی حق "رائے دہی" نہیں ۔ رائے تو با صلاحیت اور عاقل کی مسلّم ہے ۔ اس کا بنیادی حق تو نظریہ و کردار کی تعمیر کے لئے ایک ایسی ریاست کا وجود ہے جس میں نظام حیات اس کے ایمان و عمل صالح کے مطابق ہو تا کہ وہ ایمان و عمل صالح کے صحیح راستہ سے بھرپور تعمیر و ترقی کر سکے ۔

جمہوری بھائیو ! ہمیں نہ تو تم سے عناد ہے اور نہ ہی جمہوری عمل سے ! اگر اختلاف ہے تو جمہوری مزاج سے اور وہ بھی سو فیصد معقول ! کیونکہ جمہوریت میں "میرٹ" (MERIT) کا نام و نشان نہیں ۔ اس میں سروں کی گنتی تو ہوتی ہے دماغ کا وزن نہیں ، اکثریت حاکم ہوتی ہے ۔ جمہوریت میں ذہن نہیں دھن ، استعداد نہیں تعداد ، اہلیت نہیں دولت ، بصیرت نہیں اکثریت حاکم ہوتی ہے ۔ حالانکہ عقل و نقل کا مسلّم اصول ہے کہ اہلیت (میرٹ) ہی ہر

شعبۂ حیات کا" بنیادی پتھر ہے۔ ڈاکٹری ہو یا انجینئرنگ، وکالت ہو یا عدالت، معلمی ہو یا مقرری، صحافت ہو یا سیاست، کاریگری ہو یا فن کاری ــــ غرضیکہ ہر شعبۂ زندگی میں اہلیت و دیانت اوّلین شرط ہے۔ جب کہ جمہوریت میں ان اوصاف و اقدار کی کوئی اہمیت، قدر و قیمت ہی نہیں۔ اسلام میں ہر عمل اور ہر فن کے آدمی کے لئے دو شرطیں انتہائی ضروری ہیں۔ اوّل جس فن کا وہ دعویدار ہے اس فن میں اس کا علم پختہ ہو یعنی اپنے فن کا ماہر ہو۔ لائق و فائق ہو۔ دوسری شرط یہ کہ دیانت دار و مخلص ہو یعنی عمل، کردار، نظریہ صحیح ہو۔ وفادار ہو غدار نہ ہو۔ مخلص ہو منافق نہ ہو۔

مزید فرق دیکھئے کہ سب مسلمان ایک امت ہیں، اسلام تفریق کا قائل نہیں جب کہ جمہوریت میں جماعتوں کا وجود اسلام کی وحدت، یگانگت اور یک جہتی کے لئے زہر ہلاہل سے کم نہیں۔ آج سرزمین پاک میں بیسیوں سیاسی جماعتیں ہیں سب مسلمانوں کی ہیں۔ لیکن اختلاف و تفرقہ کی بنا پر ہر ایک کے نظریہ و عمل کا رخ غیر غیر ہے۔ یہ سب جمہوریت کا غلیظ کرشمہ ہے۔ اسلام میں "حزب اقتدار" کا وجود تو مسلّم ہے مگر حزبِ اختلاف کا نام و نشان نہیں کیونکہ اسلام شرعی حکومت کی اطاعت سب پر لازم قرار دیتا ہے کسی کو مخالفت کی اجازت نہیں بلکہ مخالفت کو بغاوت سمجھا جاتا ہے۔ اور حاکم وقت (جو خود شرعی معیار پر پورا اترتا ہو) بغاوت کے خلاف کارروائی کا مجاز ہے۔ اگر حاکم میں کوئی خرابی ہے مثلاً وہ فنِ حکومت کا ماہر نہیں یا غدارِ دین و وطن ہے تو اس کا حل یہ ہے کہ بوقت انتخاب اہل الرائے اصحاب کی مجلس شوریٰ اسے خوب پرکھ لے۔ اگر بعد میں خرابی ظاہر ہو تو اسے معزول کر دے۔ اگر کوئی ظالم حاکم خدا و رسول کی تعلیمات اور عوام کی خیر خواہی کے خلاف عمل کرے۔ تو پھر بغاوت شرعاً لازم ہے۔

اسلام میں حزب اللہ اور حزب الشیطٰن کا وجود تو ہے مگر حزبِ اقتدار و حزبِ اختلاف کا نہیں۔ اسلام اس عمل کا درس تو دیتا ہے کہ سب اہلِ ایمان متحد و یکمشت ہو کر دشمن (حزب الشیطٰن) سے ٹکرلو۔ لیکن اس امر کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ باہم دست و گریباں ہو جاؤ۔ جب کہ جمہوریت کا سبق اس کے بالکل الٹ ہے۔ جمہوریت اندرونی اختلافی مسائل میں الجھا کر حزب الشیطٰن سے ٹکر لینے کے لئے سوچنے کا بھی موقع نہیں دیتی

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

لا یستوی الخبیث والطیّب ولو اعجبك كثرة الخبيث، فاتقوا الله یا اولی الالباب لعلکم تفلحون ۝

ترجمہ:۔ خبیث (شر، بدی، ضلالت، کفر، شرک) اور طیّب (خیر، نیکی، ہدایت، ایمان، توحید) برابر نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ خبیث (شر) کی کثرت تجھے (اے مخاطب) تعجب میں ڈالے، پس (حق و باطل